بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سیدنا حسنؓ بن علیؓ

ابتدائی تعارف

پیدائش

حضرت سیدنا حسنؓ بن علیؓ آنحضرت ﷺ کی سب سے چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے بطن سے پہلے صاحبزادے تھے۔ آپؓ کی اس سے زیادہ کیا عظمت ہوسکتی ہے کہ ایک طرف آپؓ کی نسبتی شرافت آنحضرت ﷺ سے قریب تر ہے، دوسری طرف آپؓ کی پرورش بھی آغوش رسالت میں ہوئی ہے۔

مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت حسنؓ کی پیدائش ۱۵ رمضان ۳ ہجری مطابق یکم اپریل ۶۲۵ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت علیؓ نے آپ کا نام حرب رکھا، لیکن آنحضرت ﷺ نے تبدیل کر کے حسن رکھ دیا۔

حضرت حسنؓ کی ولادت پر آنحضرت ﷺ بہت مسرور ہوئے۔ آپ ﷺ نے خود ان کے کان میں اذان دی، اپنا لعاب مبارکہ منہ میں ڈالا۔ پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ دیا، دو مینڈھے ذبح کروائے۔ نومولود کے سر کے بال اتروا کر ان کے برابر چاندی خیرات کی۔

آنحضرت ﷺ کی صحبت

آپؓ بچپن ہی سے براہ راست نبی ﷺ کی نگرانی میں رہے۔ بچپن کے ابتدائی سات سال تک حضرت حسنؓ نے صحبت نبوی ﷺ پائی۔ آنحضرت ﷺ کے حضرت حسنؓ سے محبت وشفقت کے واقعات بخاری اور مسلم میں موجود ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ:

آنحضرت ﷺ منبر پر رونق آفروز تھے اور حسنؓ آپ ﷺ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک مرتبہ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور ایک طرف حسن کی طرف، آپ ﷺ نے فرمایا:

ان ابنی هذا سید،لعل الله ان یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین

''یہ میرا بیٹا سردار ہے، اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔''

قارئین کرام! ملاحظہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی۔ جنگ صفین اور جنگ جمل کے بعد مسلمانوں میں قاتلین عثمانؓ کے بارے میں پیدا ہونے والا اختلاف کس قدر بڑھ گیا تھا۔ بالآخر مسلمانوں کی ان دو جماعتوں کے درمیان صلح وآشتی اور اتفاق وارتباط کا سہرا حضرت حسنؓ کے سر آن پڑا۔ اس حدیث سے دونوں جماعتوں کا مسلمان ہونا بھی واضح ہوگیا پھر صلح کی نوید بھی آنحضرت ﷺ کی زبان حق ترجمان سے ظاہر ہوئی۔

حضرت حسنؓ کی حضرت معاویہؓ سے صلح اور محبت نے پیغمبر اسلام کی بیان کردہ پیشگوئی کو من وعن مکمل کر دیا۔ اس صلح سے اسلام کی عظمت اور دین مصطفوی کی سربلندی کا نیا باب کھل گیا۔

لقب

حضرت حسنؓ، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پہلے صاحبزادے ہیں۔ آپؓ کا لقب ریحانہ النبی تھا، بعض کتابوں میں اس کے علاوہ سید، شبر، مجتبٰی اور شبیہ رسول کو بھی آپؓ کے القاب میں شامل کیا گیا ہے۔

کنیت

حضرت حسنؓ کی کنیت ابو محمد تھی۔ ایک روایت کے مطابق یہ کنیت آنحضرت ﷺ نے تجویز فرمائی تھی۔ حالانکہ بڑے ہو کر آپؓ نے کسی فرزند کا نام بھی محمد نہیں رکھا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا

☆ **ان ابنی هذا سید لعل الله ان یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین**

میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے مجھے امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

☆ **ریحان الدنیا والاخرة الحسن والحسین**

دنیا اور آخرت کے دو پھول حسن اور حسین ہیں۔

☆ **الحسن والحسین سبط من الاسباط**

حسن اور حسین میری اولاد کی اولاد ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی محبت

رسول اللہ ﷺ ان سے انتہائی محبت فرماتے تھے، جب آپؓ بچے تھے تو آنحضرت ﷺ کبھی ان کے رخسار و لب چومتے اور کبھی ان کی زبان اپنی زبان مبارک میں لیکر چوستے، کبھی گود میں کھلاتے، کبھی سینے اور پیٹھ پر بٹھاتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ ﷺ سجدے میں ہوتے اور آپؓ پشت مبارک پر سوار ہو جاتے اور آپ ﷺ نہ صرف یہ کہ انہیں بیٹھنے دیتے اور ان کی خاطر سجدے کو اور طول دیتے، کبھی اپنے ساتھ منبر پر چڑھاتے۔

زہری حضرت انسؓ سے راوی ہیں کہ حسن بن علیؓ رسول اللہ ﷺ سے بہت ہی مشابہ تھے۔ ہانیؓ، حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ کو مشابہت رسول ﷺ حاصل تھی۔ سینہ سے سر تک اور حسینؓ سینے سے قدمہائے مبارک تک اپنے نانا کے مشابہ تھے۔

حضرت علیؓ کے دل میں اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ کی بڑی عزت تھی۔ وہ ان سے احترام اور توقیر کا معاملہ فرماتے۔ ایک روز فرمایا: ''کبھی تم تقریر کرتے تو میں بھی سنتا، کہنے لگے مجھے شرم آتی ہے کہ آپ کے سامنے زبان کھولوں''۔ ایک روز حضرت علیؓ ایسی جگہ جا کر بیٹھ گئے جہاں سے حضرت حسنؓ کو نظر نہ آسکیں۔ حضرت حسنؓ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سن رہے تھے جب وہ اپنی تقریر

ختم کر کے چلے گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

ذرية بعضها من بعض والله سميع عليم

''ایک ہی نسل تو ہے جس میں ایک دوسرے کا فرزند ہے''۔ ﴿آل عمران،۳۴﴾

آپؓ بہت کم بولتے اور اکثر خاموش رہتے لیکن جب بات کرتے تو کوئی ان کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا تھا۔ عورتوں میں کم شرکت فرماتے، کسی لڑائی جھگڑے کے معاملے میں نہ پڑتے۔ کسی کے معاملے میں دخل اندازی نہ کرتے۔ جب ان سے رجوع کیا جاتا تو دلیل سے بات سمجھا دیتے تھے۔

انہوں نے تین بار اللہ کی راہ میں اپنا مال نکالا۔ دو مرتبہ تو اس طرح دے دیا کہ ان کے پاس کچھ نہیں رہ گیا۔ پچیس بار پیدل حج کئے، قربانی کے جانور آپؓ کے آگے آگے چلائے جاتے۔ حضرت حسنؓ وحسینؓ میں سے کوئی گھوڑے پر سوار ہوتا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی نظر پڑتی تو بڑھ کر رکاب تھام لیتے اور اس کو اپنے لئے شرف سمجھتے۔ ان دونوں میں کوئی طواف بیت اللہ کو نکلتا تو آپؓ کو سلام کرنے، مصافحہ کرنے لوگ ان پر اس طرح پروانہ وار ٹوٹ کر گرتے کہ ڈر لگتا کہ کہیں ان کو صدمہ نہ پہنچے۔

حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ **الحسن والحسين سيد شباب اهل الجنة** یعنی حسن وحسین جنتیوں کے سردار ہونگے۔ اس حدیث کی اور سندیں بھی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی محبت کا ایک اور واقعہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ اپنے دوش مبارک پر حضرت حسنؓ بن علیؓ کو لئے جارہے تھے تو ایک شخص نے دیکھ کر کہا: **نعم المركب ركبت يا غلام** یعنی صاحبزادے بڑی اچھی سواری پر بیٹھے ہوئے ہو۔ رسول ﷺ نے فرمایا: **و نعم الراكب هو.** اور سوار بھی بہترین ہے۔

حضرات حسنؓ وحسینؓ اسلام کے شہ سواروں میں ہوئے ہیں۔ نعیم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں جب حسنؓ کو دیکھتا ہوں تو آنکھوں میں آنسوں بھر آتے ہیں۔ اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز وہ آئے اور آکر رسول اللہ ﷺ کے کی گود میں بیٹھ گئے (ابوہریرہؓ نے اپنے ہاتھ اپنی داڑھی پکڑ کر دکھایا کہ یہ) اس طرح ریش مبارک ہاتھ سے پکڑنے لگے اور رسول اللہ ﷺ اپنا دامن مبارک کھول کر ان کے منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے جارہے تھے کہ: **اللهم انى احبه فاحبه.** اے اللہ میں اس محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین بار فرمائی۔

سخاوت کا اہم واقعہ

ابن عساکرؒ نے کہا:

''حضرت حسنؓ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک بار مدینہ منورہ کے کسی (چہار دیواری سے گھرے ہوئے) باغ کی طرف سے گزر رہے تھے تو ایک نو عمر حبشی غلام کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہے اس کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی اس کے سامنے ایک کتا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ لڑکا ایک لقمہ خود کھاتا اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا اس طرح پوری روٹی تقسیم کر کے اس کو کھلادی۔ حضرت حسنؓ نے پوچھا تم نے کیوں اپنی آدھی روٹی میں آدھے کا شریک

کتے کو بنالیا اور خود زیادہ حصہ نہیں لیا؟ میری آنکھیں اس کی (یعنی کتے کی) آنکھیں دیکھ کر شرم محسوس کرتی تھیں کہ میں زیادہ کھا جاؤں۔ حضرت حسنؓ نے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟ کہا میں ابان بن عثمان کا غلام ہوں۔ فرمایا اور یہ احاطہ کس کا ہے؟ ابان کا۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جب تک واپس نہ آجاؤں یہیں بیٹھے رہنا۔ چنانچہ آپؓ گئے اور اس غلام کو خرید لیا اور احاطہ بھی خرید لیا اور غلام کے پاس آکر فرمایا میں نے تم کو خرید لیا ہے۔ اس نے اٹھ کر کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ان کے بعد میں آپؓ کے احکام سننے والا اور فرماں بردار ہوں۔ پھر حضرت حسنؓ نے فرمایا تو میری طرف سے آزاد ہے اور یہ احاطہ تجھے ہبہ کر دیا''۔

عہد صدیق اکبرؓ

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو قرابت رسول کی وجہ سے آپؓ بھی حضرت حسنؓ سے بے انتہا محبت کرتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ:

''ایک مرتبہ نماز عصر کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ دونوں مسجد نبوی سے اکٹھے باہر نکلے۔ راستے میں حضرت حسنؓ کھیل رہے تھے تو ابو بکرؓ نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ ان کو اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا اور فرمایا: **واللہ ھذا شبہ النبی و لیس بعلی** یعنی خدا کی قسم یہ نبی ﷺ کے مشابہ ہیں اور علی کے مشابہ نہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ مسکرانے لگے۔''

حضرت ابوبکرؓ کے سوا دو سالہ دور حکومت کے خاندان نبوت کے ساتھ آپؓ کے تعلقات نہایت مشفقانہ رہے۔ چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکرؓ کی بیوی اسماء بنت عمیسؓ ہی کئی روز تک تیمارداری کی خدمات انجام دیتی رہیں۔ سیدہؓ کی وفات کے بعد غسل اور تجہیز و تکفین بھی حضرت اسماءؓ نے سرانجام دی۔ ﴿**رحماء بینھم**﴾

حضرت فاطمہؓ کا جنازہ بھی صحیح روایات کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہی پڑھایا۔ ان مختصر واقعات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ تو کیا پورے خاندان نبوت سے حضرت ابوبکرؓ کے تعلقات نہایت خوشگوار رہے۔ بعض لوگوں نے خاندان نبوت اور صحابہ کرامؓ کے درمیان تعلقات کی کشیدگی کے بارے میں جو من گھڑت باتیں تحریر کی ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

عہد فاروق اعظمؓ

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ مسند نشین خلافت ہوئے تو انہوں نے بھی حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ساتھ ایسا ہی محبت آمیز برتاؤ رکھا۔ انہوں نے بیت المال قائم کیا اور مسلمانوں کے اعلیٰ قدر مراتب سالانہ وظائف مقرر کئے تو حضرت حسنؓ و حسینؓ کے وظیفے اصحاب بدر کے وظیفوں کے برابر مقرر کئے (پانچ ہزار درہم سالانہ)۔ خود امیر المومنینؓ اور حضرت علیؓ کا وظیفہ بھی اتنا ہی تھا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے نزدیک حسنینؓ کی کیا قدر و منزلت تھی۔

عہد عثمان ذوالنورینؓ

سیدنا حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے دور خلافت کا آغاز ہوا تو حضرت حسنؓ پورے جوان ہو چکے تھے۔ شیخینؓ کی طرح حضرت عثمانؓ کا

سلوک بھی حضرت حسنؓ کے ساتھ نہایت مشفقانہ اور محبت آمیز تھا۔۳۰/۲۹ ہجری میں حضرت عثمانؓ کے حکم سے ہی حضرت سعیدؓ بن العاص نے طبرستان پر لشکر کشی کی تو حضرت حسنؓ بھی دوسرے نوجوانان قریش کے ساتھ اسلامی لشکر میں شریک ہوگئے اور کئی معرکوں میں داد شجاعت دی۔

حضرت عثمانؓ کے دروازے پر پہرے دار کی حیثیت سے

حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت کے آخر میں شورش برپا ہوئی اور باغیوں نے کاشانہ خلافت کا محاصرہ کرلیا تو حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کو کاشانہ خلافت کی حفاظت کیلئے متعین کردیا۔ کچھ اور نوجوانان قریش بھی ان کے ساتھ تھے۔حضرت حسنؓ مدافعت کرتے ہوئے زخمی ہوگئے تاہم انہوں نے کسی باغی کو کاشانہ خلافت میں داخل نہ ہونے دیا۔ بالآخر باغی دوسری طرف سے دیوار پھاند کر اندر گھس گئے اور حضرت عثمانؓ کو اس حال میں شہید کردیا ۔علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کو شہادت کی خبر ہوئی تو انہوں نے جوش غضب میں حضرت حسنؓ کو تھپڑ مارا کہ تم نے کیسی حفاظت کی کہ باغیوں نے اندر گھس کر عثمانؓ کو شہید کرڈالا۔ جب حضرت حسنؓ نے صورتحال کی وضاحت کی اور اپنے زخم دکھائے تو علیؓ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

عہد علی المرتضیٰؓ

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے نے حضرت علیؓ سے قبول خلافت کیلئے اصرار کیا۔اس موقع پر حضرت حسنؓ نے والد بزرگوار کو مشورہ دیا کہ جب تک تمام ممالک اسلامیہ کے لوگ آپؓ سے مسند نشین خلافت ہونے کی درخواست نہ کریں، آپ کسی سے امر خلافت پر بیعت نہ لیجئے ۔لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب مہاجرین وانصار کا حق ہے، جب وہ کسی کو خلیفہ تسلیم کرلیں تو دوسرے تمام مسلمانوں پر اس کی اطاعت واجب ہوجاتی ہے۔ بیعت کیلئے تمام مسلمانوں کے مشورے کی شرط نہیں، چنانچہ انہوں نے خلافت قبول کرلی۔

حضرت علیؓ کے مسند نشین خلافت ہونے کے بعد ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے اصلاح کا علم بلند کیا اور حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کا مطالبہ کیا۔اسی سلسلے میں جنگ جمل پیش آئی۔ جنگ سے پہلے حضرت حسنؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسر کوفہ گئے اور وہاں کے لوگوں کو اپنی حمایت پر ابھارا۔ان کی مساعی کے نتیجے میں قریبا دس ہزار اہل کوفہ حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہوگئے۔جمل کے بعد ۳۷ھ میں جنگ صفین پیش آئی۔اس میں بھی حضرت حسنؓ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے۔التوائے جنگ کیلئے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو معاہدہ ہوا، حضرت حسنؓ نے ایک گواہ کی حیثیت سے اس پر دستخط کئے۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد

رمضان ۴۰ ہجری میں ایک خارجی ''ابن ملجم'' نے حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا، زخمی ہونے کے بعد وہ تین دن تک زندہ رہے۔اسی اثناء میں ان سے حضرت حسنؓ کی جانشینی کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''نہ میں حکم دیتا ہوں اور نہ میں روکتا ہوں''۔

تیسرے دن حضرت علیؓ واصل بحق ہوگئے۔ان کی تجہیز وتکفین سے فراغت کے بعد کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت حسنؓ کیلئے بیعت خلافت ہوئی ۔بعض روایات کے مطابق بیس ہزار سے زائد لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔حضرت امیر معاویہؓ، والی شام نے ان کی

خلافت کوتسلیم نہ کیا اور عراق کی طرف فوجی پیش قدمی شروع کر دی۔ ان کے مقدمۃ الجیش کے افسر عبداللہؓ بن عامر انبار ہوتے مدائن کی طرف بڑھے۔ حضرت حسنؓ اس وقت کوفہ میں تھے۔ انہیں عبداللہؓ بن عامر کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ بھی اہل عراق کو ساتھ لیکر مقابلے کیلئے مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ ساباط پہنچ کر انہوں نے اپنی فوج میں کمزوریاور جنگ سے پہلوتہی کے آثار دیکھے تو اس کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا:

''لوگو! میں کسی مسلمان کے خلاف اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تمہارے لئے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ تمہارے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں، امید ہے تم اسے رد نہیں کرو گے۔ جس اتحاد و یگانگت کو تم ناپسند کرتے ہو وہ اس تشتت و افتراق سے بہتر ہے جو تم کو پسند ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر لوگ جنگ سے گریز کرنا چاہتے ہیں، تم لوگوں کو تمہاری مرضی خلاف لڑنے پر مجبور نہیں کرتا چاہتا''۔

حضرت حسنؓ کی تقریر سن کر جو لوگ حضرت امیر معاویہؓ کے شدید مخالف تھے اور ان سے لڑنا فرض عین سمجھتے تھے برہم ہو گئے۔ انہوں نے سیدنا حسنؓ کی تحقیر کی اور انہیں گھیر لیا۔ ربیعہ اور ہمدان کے قبیلوں نے ان لوگوں کو پیچھے ہٹایا اور حضرت حسنؓ گھوڑے پر سوار ہو کر مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک خارجی جراح بن قبیصہ نے گھات لگا کر ان پر حملہ کیا اور زانوائے مبارک زخمی کر دیا۔ عبداللہ بن خطل اور عبداللہ بن ظبیان نے جراح بن قبیصہ کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اور حضرت حسنؓ نے مدائن پہنچ کر قصر ابیض میں قیام کیا۔ جب زخم مندمل ہو گیا تو وہ پھر عبداللہؓ بن عامر کے مقابلے کیلئے مدائن سے نکلے۔ اسی اثناء میں حضرت امیر معاویہؓ بھی ایک فوج گراں کے ساتھ انبار پہنچ گئے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کیلئے حضرت حسنؓ کا طرز عمل

حضرت عبداللہؓ بن عامر نے حضرت حسنؓ کو پیغام بھیجا جس میں ان کو قسم دے کر جنگ ملتوی کرنے کیلئے کہا گیا۔ حضرت حسنؓ کے ساتھیوں نے بھی انہیں یہی مشورہ دیا اس پر حضرت حسنؓ پھر مدائن لوٹ گئے۔ عبداللہؓ بن عامر نے فوراً مدائن کے گرد اپنی فوج پھیلا دی۔ حضرت حسنؓ پہلے ہی اپنے ساتھیوں کی کمزوری اور بزدلی سے دل برداشتہ تھے چنانچہ انہوں نے جنگ کا خیال ترک کر دیا اور چند شرائط پر حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کر لیا۔ یہ شرائط انہوں نے عبداللہؓ بن عامر کی وساطت سے حضرت امیر معاویہؓ کو بھجوا دیں۔ ﴿الاخبار الطّوال۔ ابو حنیفہ دینوری﴾

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابن سعدؒ کے حوالے سے ''الاصابہ'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؓ نے عمرو بن سلمۃ الارجی کو صلح کی غرض سے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف بھیجا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہؓ بن عامر اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ کو حضرت حسنؓ کے پاس بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت حسنؓ کی شرائط مان لیں۔ اس طرح فریقین میں صلح ہو گئی۔ پھر حضرت امیر معاویہؓ اور سیدنا حضرت حسنؓ ساتھ ساتھ کوفے میں داخل ہوئے۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ قدر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے اجس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''حضرت حسنؓ کی فوج پہاڑوں کی مانند حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر کی طرف بڑھی تو حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت معاویہؓ سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ایسا لشکر ہے جو اس وقت تک پیٹھ نہ پھیرے گا جب تک اپنے اقران کو قتل نہ کریگا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ یہ لوگ انہیں اور وہ انہیں قتل کر دیں تو میری طرف سے لوگوں کے معاملات کا نیز ان کی عورتوں اور بچوں کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اس وقت انہوں نے حضرت عبداللہؓ بن عامر اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سمرۃ کو حضرت حسنؓ کے پاس گفت شنید کیلئے بھیجا۔''

صلح کی شرائط

ابو حنیفہ دینوری نے ''الاخبار الطّوال''، میں لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ ان شرائط پر حضرت معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

☆ سب لوگوں کو بلا استثناء امان دی جائیگی اور کوئی عراقی محض بغض وکینہ کی بناء پر نہ پکڑا جائے گا۔

☆ صوبہ اہواز کو کل خراج حضرت حسنؓ کیلئے مخصوص ہوگا اور حضرت حسینؓ کو دو لاکھ درہم سالانہ الگ سے دیئے جائینگے۔

☆ صلات اور عطیات میں بنو ہاشم کو بنو امیہ پر ترجیح دی جائیگی۔

حضرت حسنؓ نے یہ شرطیں لکھ کر حضرت عبداللہؓ بن عامر کو دے دیں، انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھیج دیں۔حضرت امیر معاویہؓ نے ان تمام شرطوں کی منظوری کا خط لکھ کر اپنی مہر لگائی اور معززین وعمائدین کی شہادتیں لکھوا کر حضرت حسنؓ کے پاس واپس بھیج دیا۔اس طرح ملتِ اسلامیہ کے سر سے ایک بہت بڑا خطرہ ٹل گیا اور تمام مسلمان ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے بجائے حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت پر متفق ہوگئے۔ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ سیدنا حضرت حسنؓ نے کوفہ کی جامع مسجد میں مجمع عام کے سامنے اپنی دستبرداری کا اعلان ان الفاظ میں کیا:

''لوگو! اللہ تعالیٰ نے اہمارے اگلوں کے ذریعے سے تم کو ہدایت دی اور پچھلوں کے ذریعے تمہاری خونریزی بند کروائی۔ دانائیوں میں بہترین دانائی تقوی اور عجز میں سب سے بڑا عجز فجور (بداعمالی ہے) اور یہ امر (خلافت) جو معاویہ اور ہمارے درمیان میں متنازع فیہ یا تو وہ اس کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں یا یہ میرا حق ہے جسے میں اللہ کی خوشنودی اور امت محمدیہ کی اصلاح اور تم لوگوں کو خونریزی سے بچانے کی خاطر دستبردار ہوتا ہوں۔''

آنحضرتﷺ کی پیشنگوئی پوری ہوگئی

اس کے بعد حضرت حسنؓ اپنے اہل وعیال کو لیکر مدینہ منورہ چلے گئے۔اس طرح سرور عالمﷺ کی یہ پیشنگوئی پوری ہوگئی ''میرا یہ بیٹا سید ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گرہوں کے درمیان صلح کروائے گا''۔حضرت حسنؓ کی خلافت کے بارے میں روایتوں میں اختلاف ہے، بعض روایتوں میں چار ماہ اور بعض روایتوں میں آٹھ ماہ سے کچھ اوپر بتائی گئی ہے۔دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق صحیح یہ ہے کہ ان کا زمانہ خلافت ۲۰ رمضان ۴۰ء سے ۱۵ جمادی الاول ۴۱ء تک ہے گویا وہ سات ماہ اور ۲۶ دن تک مسند نشین خلافت رہے۔

حضرت حسنؓ حضرت معایہؓ کی اطاعت پر تا حیات قائم رہے

دستبرداری کے بعد سیدنا حضرت حسنؓ نے اپنی وفات تک کسی سیاسی سرگرمی میں حصہ نہیں لیا اور نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے ناناﷺ کے جوار میں زندگی گزاری۔ان کے وقت کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی میں گزرتا تھا۔ایک دفعہ حضرت معاویہؓ نے مدینہ کے کسی شخص سے حضرت حسنؓ کے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا:

''فجر کی نماز سے طلوع تک مصلے پر رہتے ہیں پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور ملاقات کیلئے آنے والوں سے ملتے ہیں۔ دن چڑھے چاشت کی نماز ادا کر کے امہات المومنینؓ کی خدمت میں سلام کیلئے حاضر ہوتے ہیں''۔ ﴿ابن عساکر﴾

مکہ معظّمہ میں ہوتے تو عصر کی نماز بالالتزام حرم پاک میں ادا کرتے اور پھر طواف میں مشغول ہو جاتے۔فکر معاش سے بے نیاز تھے کیونکہ اہواز کا سالانہ خراج ان کیلئے مخصوص تھا۔امام شعبیؒ کا بیان ہے کہ اس خراج کی رقم دس لاکھ سالانہ تھی اس کثیر آمدنی کو بے دریغ خدا کے راہ میں لٹاتے رہتے۔ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ انہوں نے دو مرتبہ اپنا تمام مال اسباب اور تین مرتبہ کل مال کا نصف حصہ خدا کی راہ میں بانٹ دیا۔ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ کوئی سائل ان کے در سے خالی ہاتھ چلا جائے۔حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنا ان کے نزدیک عبادت کا درجہ رکھتا تھا۔ایک مرتبہ طواف میں مشغول تھے کہ کسی شخص نے اپنی ضرورت کیلئے ساتھ لیجانا چاہا۔طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو لئے اور واپس جا کر طواف پورا کیا۔ایک مرتبہ اعتکاف میں تھے کہ کوئی سائل آ گیا اس کے ساتھ ہو گئے انہوں نے اعتکاف کے دائرے سے نکل کر اس کی ضرورت پوری کی اور پھر اعتکاف میں بیٹھ گئے۔

حضرت حسنؓ کی وفات

سیدنا حضرت حسنؓ نے باختلاف روایت ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے پہلو میں دفن ہوئے۔اکثر ارباب سیر نے لکھا ہے کہ سیدنا حسنؓ کی وفات زہر سے ہوئی جو ان کی ایک بیوی جعدہ بنت اشعث نے (کسی وجہ سے)دیا۔

حافظ ابن عبدالبرؒ اور المسعودیؒ کا بیان ہے کہ حضرت حسنؓ کو کئی دفعہ زہر دیا گیا لیکن جو زہر آخری بار دیا گیا وہی فیصلہ کن ثابت ہوا۔بعض روایتوں کے مطابق زہر کھانے کے تیسرے دن اور بعض کے مطابق چالیس دن علالت کے بعد وفات پائی۔حافظ ابن حجرؒ اور ابو حنیفہ دینوریؒ نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت حسنؓ کی موت زہر سے نہیں بلکہ کسی اور علالت سے ہوئی۔﴿الاصابہ۔الاخبار الطّوال﴾

حضرت حسنؓ کی رحلت کی خبر پھیلی تو ہر طرف کہرام برپا ہو گیا، مدینہ منورہ کے بازار بند ہو گئے اور ہر شخص فرط غم سے نڈھال ہو گیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ مسجد نبوی میں رو رو کر کہتے تھے کہ لوگو! آج خوب رو لو کہ رسول اللہ ﷺ کا محبوب دنیا سے اٹھ گیا۔

جنازہ میں اس قدر ہجوم تھا کہ اس سے پہلے مدینہ منورہ میں بہت کم دیکھنے میں آیا تھا۔ایک روایت کے مطابق جنازے میں لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ اگر سوئی بھی پھینکی جاتی تو زمین پر نہ گرتی۔سیدنا حضرت حسنؓ نے اپنی زندگی میں بہت سے نکاح کئے۔مختلف بیویوں سے آٹھ لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں: الحسن، زید، عمر، قاسم، ابوبکر، عبدالرحمٰن، طلحہ اور عبیداللہ۔

حضرت حسنؓ کے صفات وکمالات

سیدنا حضرت حسنؓ جس خانوادے میں پلے بڑھے وہ علم وفضل کا سرچشمہ تھا۔اس لئے فضل وکمال کے لحاظ سے وہ بھی بلند مقام پر فائز ہو گئے۔ان کا شمار مدینہ کے ان اصحاب میں ہوتا تھا جو علم وافتاء کے منصب پر فائز تھے ان کے چند فتاوی بھی کتابوں میں موجود ہیں۔

سیدنا حسنؓ عہد نبوی میں کم سن تھے تاہم روایت حدیث سے ان کا دامن خالی نہیں رہا۔ان سے تیرہ احادیث مروی ہیں۔دینی علوم کے علاوہ وہ اس زمانے کے مروجہ فنون میں بھی دسترس رکھتے تھے۔مختلف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اونچے درجے کے خطیب تھے۔شعر

وشاعری میں بھی درک رکھتے تھے۔شکل وشمائل میں سیدنا حضرت حسنؓ رسول اکرامﷺ سے مشابہ تھے۔سیرت بھی نہایت پاکیزہ تھی۔ان کے گلشن اخلاق میں زہدواستغناء،حلم وتحمل، جودوسخا،خوش خلقی،امن پسندی،صلح جوئی،نرم خوئی اور خیر خواہی امت نہایت خوش رنگ پھول ہیں۔

حضرت حسنؓ کے تاریخی اقوال

☆ مکارم اخلاق دس ہیں: (۱) زبان کی سچائی (۲) احسن خلق (۳) صلہ رحمی (۴) مہمان نوازی (۵) حق دار کی حق شناسی (۶) جنگ کے وقت حملے کی شدت (۷) سائل کو دینا (۸) احسان کا بدلہ دینا (۹) پڑوسی کی حمایت وحفاظت (۱۰) شرم وحیا۔

☆ سب سے اچھی زندگی وہ بسر کرتا ہے جو اپنی زندگی میں دوسروں کو بھی شریک کرے اور سب سے بری زندگی اس کی ہے جس کے ساتھ کوئی دوسرا زندگی بسر نہ کرسکے۔

☆ ضرورت کا پورا نہ ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کیلئے کسی نااہل کی طرف رجوع کیا جائے۔

☆ ایک شخص نے کہا کہ مجھ کو موت سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے فرمایا اس لئے کہ تم نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا اگر اس کو آگے بھیج دیا ہوتا تو اس تک پہنچنے کیلئے خوفزدہ ہونے کے بجائے مسرور ہوتے۔

☆ مروت یہ ہے کہ انسان اپنے مذہب کی اصلاح کرے اپنے مال کی دیکھ بھال نگرانی کرے۔اسے برمحل صرف کرے۔سلام زیادہ کرے لوگوں میں محبوبیت حاصل کرے۔کرم یہ ہے کہ مانگنے سے پہلے دے۔احسان وسلوک کرے۔برمحل کھلائے پلائے۔بہادری یہ ہے کہ پڑوسی کی طرف سے مدافعت کرے آڑے وقتوں میں اس کی حمایت وامداد کریا ورمصیبت کے وقت صبر کرے۔

☆ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں؟ فرمایا جو سلیمان بن داؤد نے بتائے ہیں۔حضرت معاویہؓ نے کہا انہوں نے کیا بتایا ہے؟ فرمایا: انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو بتایا کہ بادشاہ کیلئے لازم ہے کہ وہ ظاہر وباطن دونوں میں اللہ کا خوف کرے،غصہ اور خوشی دونوں میں عدل وانصاف کرے،فقرا اور تمول میں درمیانی چال رکھے،زبردستی کسی کا مال نہ غصب کرے،جب تک وہ ان باتوں پر عمل کرے گا اس وقت تک اس کو دنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔﴿از کتاب علی المرتضی صاحب﴾



++++ ختم شد ++++